تزکیۂ نفس اور تعمیرِ سیرت و شخصیت کا نبوی منہاج اور عملی نمونے

تزکیۂ نفس کا معنی و مفہوم: تزکیہ نفس کے معنی ہیں نفس کو پاک و صاف کرنا‘ اسے نشو و نما دینا اور بلندی کی طرف لے جانا۔ تزکیہ نفس کے برعکس تدسیۂ نفس ہے جس کے معنی ہیں نفس کو دبانا‘ چھپانا‘ گمراہ کرنا اور اس کی صلاحیتوں کو برباد کر دینا۔ قرآن حکیم میں ہے۔ قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ زَکّٰهَا. وَقَدۡ خَابَ

مَنْ دَسّٰهَا ۔ (الشمس۔ 10-9:91) ''وہ یقیناً کامیاب ہوگیا جس نے نفس کا تزکیہ کیا۔ اور وہ بلاشبہ نامراد ہوا جس نے اسے دبا دیا۔'' نفس کا تزکیہ یا اسے پاک وصاف کرنا یہ ہے کہ آدمی اپنے اندر اخلاق حسنہ یعنی دیانتداری' ایفائے عہد' سچائی' ایثار' بردباری' صبر' شکر' عدل وانصاف' احسان' شجاعت و بہادری' محبت وشفقت' تواضع' عفو' شرم وحیا اور خدمتِ خلق وغیرہ ایسے اچھے اخلاق پیدا کرے اور اخلاق سیئہ یعنی جھوٹ' خیانت' بدعہدی' ظلم وزیادتی' بخل' بدکاری' بزدلی' غیبت' حسد' چوری' تکبر اور بدکلامی وغیرہ ایسے بُرے اخلاق سے بچے۔ جو شخص اخلاقِ حسنہ اپنانے اور اخلاقِ سیئہ سے دور رہنے کا خوگر ہوگیا اس کا تزکیۂ نفس ہوگیا اور جو اخلاقِ حسنہ سے دور رہنے اور اخلاقِ سیئہ میں پڑے رہنے کا عادی ہوگیا اس کا تدسیۂ نفس۔

تزکیۂ نفس کون کرتا ہے؟: ہدایتِ ربانی اور سلسلہ انبیا وکتبِ آسمانی کا مطلوب ومقصود انسانوں کے نفوس کا تزکیہ ہے۔ لیکن تزکیۂ نفس کون کرتا ہے؟ انبیا وکتب یا انسان خود؟ اس سوال کا جواب جاننے کے لیے جب ہم کتاب وسنت کی طرف رجوع کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ تزکیۂ نفس کے سلسلہ میں دونوں کا کردار نہایت اہم اور بنیادی ہے۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے ارادہ واختیار کی آزادی دی اور نیکی وبدی میں امتیاز کے ملکہ سے نوازا۔ اللہ تعالیٰ کا منشا یہ ہے کہ آدمی کو معلوم ہو کہ یہ ہدایت اور فلاح کی راہ ہے اور یہ گمراہی اور بربادی کی۔ (فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوٰهَا۔ الشمس 8:91۔ ''پھر اس کی بدی اور نیکی اسے الہام کر دی۔'') اور پھر ان دونوں راہوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے پر اسے مجبور نہ کیا جائے بلکہ آزادی ہے جسے چاہے اختیار کرے۔ (فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّ مَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ۔ الکہف 29:18۔ ''پس جو چاہے ایمان لے آئے اور جو چاہے کفر کرے۔'') چنانچہ کسی شخص کا تزکیہ اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک وہ خود اپنا تزکیہ نہ چاہے۔ لیکن تزکیہ کے لیے انبیا ورسل کی رہنمائی بھی ناگزیر ہے اس لیے کہ یہ رہنمائی اسے اس کی فطری کمزوریوں اور بے اعتدالیوں سے محفوظ رکھتی اور ہدایت کی خواہش کے باوجود گمراہی میں پڑ جانے سے بچاتی ہے۔ گویا تزکیۂ نفس انسان کی خواہشِ تزکیۂ نفس اور انبیا ورسل کی رہنمائی پر منحصر ہے۔ البتہ ثانی الذکر کا کردار اس لحاظ سے اول الذکر سے بہت زیادہ ہے کہ انسان اچھی فطرت پر پیدا ہوئے اور اچھائی اختیار کرنے کی خواہش رکھتے ہیں۔ وہ برباد اس وقت ہوتے ہیں جب ان کو صحیح رہنمائی نہ ملے۔ یوں ہم کہہ سکتے ہیں کہ تزکیہ نفس کے لیے انبیا ورسل کا کردار انتہائی بنیادی ہے اور یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ ان کے بغیر تزکیۂ نفس ممکن نہیں۔

تزکیۂ نفس اور تعمیر سیرت وشخصیت کا نبوی منہاج اور عملی نمونے: یہ جاننے کے بعد کہ

تزکیۂ نفس میں انبیاء ورسل کا کردار ہی بنیادی اور کلیدی ہے، یہ جاننے کی خواہش پیدا ہوتی ہے کہ انبیاء و رسل لوگوں کا تزکیہ کر کے ان کی سیرت اور شخصیت کی تعمیر کیسے اور کس طریقے سے کرتے ہیں؟ اور یہ جاننے کے لیے تزکیۂ نفس اور تعمیرِ سیرت وشخصیت کے اس منہاج کا مطالعہ کفایت کرتا ہے جو نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار کیا۔ اس لیے کہ یہ طریقہ سب کا جامع، سب سے مثالی اور سب سے کامیاب طریقہ ہے۔ آپ نے نہایت ہی مختصر عرصے میں قوم کی قوم کی کایا پلٹ دی اور سیرت وکردار کے اعتبار سے انتہائی ناتراشیدہ اور غیر مہذب لوگوں کو انتہائی اعلیٰ سیرت وکردار کے حامل بنادیا۔ چنانچہ ذیل کی سطور میں زیرِ نظر موضوع کے ضمن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار کردہ منہاج کو مناسب عنوانات کے تحت مختصراً پیش کیا جاتا ہے:

1- اللہ پر پختہ ایمان اور مدد ومعیتِ الٰہی کا یقین کامل: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس انداز سے لوگوں کا تزکیہ کیا اور جس طور ان کی سیرت وشخصیت کو سنوارا اس کا جو خاکہ ذہن میں آتا ہے اس میں ایک نہایت ہی اہم بات یہ ہے کہ آپ نے انہیں اللہ تعالیٰ پر پختہ اور غیر متزلزل یقین اور مدد ومعیتِ الٰہی پر یقین کامل کا حامل بنادیا۔ آپ نے لوگوں میں اس معاملہ میں ذرہ برابر شک نہ رہنے دیا کہ اللہ اس کائنات کا خالق ومالک ہے۔ وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ وہ جو چاہے جیسے چاہے اور جب چاہے کرنے پر قادر ہے۔ اس کی مشیت کے بغیر کوئی کسی کو کوئی فائدہ پہنچا سکتا ہے اور نہ نقصان۔ اسے منظور ہو تو چند افراد ہزاروں کو شکست دے سکتے ہیں اور اسے منظور نہ ہو تو ہزروں لاکھوں لوگ مٹھی بھر انسانوں کو مغلوب نہیں کر سکتے۔ جو اللہ کے دین کی نصرت کرتا ہے اللہ اسے کبھی بے یار ومددگار نہیں چھوڑتا۔ صاحب ایمان شخص کو صرف اور صرف اللہ سے ڈرنا چاہیے اور مشکل سے مشکل حالات میں بھی اللہ کی مدد اور نصرت پر بھروسہ رکھنا چاہیے۔ جو اللہ کا ہو جاتا ہے اللہ اس کا ہو جاتا ہے اور جس کا اللہ ہو جائے اسے دنیا کی کوئی چیز ہرا نہیں سکتی۔ آدمی کا ہر عمل اس کی نگاہ میں ہے۔ کوئی چیز اس سے چھپی ہوئی نہیں۔ انسان ساری دنیا سے چھپ کر گناہ کر سکتا ہے، اس سے چھپ کر نہیں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات اور اس کی مدد ومعیت پر اس پختہ یقین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مخاطبین کی زندگیوں میں انقلاب برپا کر دیا اور وہ غیر معمولی اعلیٰ سیرت وکردار کے حامل بن گئے۔ جب انہیں یقین ہو گیا کہ اللہ کی شان یہ ہے کہ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ یُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ. (البقرہ 2: 284) ''تم اپنے دلوں کی بات ظاہر کرو یا چھپاؤ اللہ اس کا حساب لے گا۔'' تو وہ خوفِ خدا کے حامل بن گئے اور ظاہر ونہاں ہر طرح کی برائی سے مجتنب رہنے لگے۔ جب انہیں یقین ہو گیا کہ رنج و

راحت، عزت و ذلت اور نفع و نقصان، صرف اور صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے تو ان میں اعلیٰ درجے کی خودداری اور عزتِ نفس پیدا ہوئی اور کسی اور کے آگے جھکنے کی لعنت سے محفوظ ہو گئے۔ جب انہیں یقین ہو گیا کہ ہمارا اللہ ہماری پکار کو سنتا ہے۔ (اُجِیۡبُ دَعۡوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ . البقرہ 186:2۔ "جب کوئی دعا کرنے والا مجھ سے دعا کرتا ہے تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں۔") تو وہ ہر حال میں اس کو پکارنے اور اسی سے لو لگانے پر اکتفا کرنے لگے۔ جب انہیں یقین ہو گیا کہ زندگی اور موت اللہ کے ہاتھ میں ہے تو وہ ؎

کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسہ
مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

کے مصداق مٹھی بھر ہونے کے باوجود جتھوں کے جتھوں سے لڑنے لگے اور اعلائے کلمۃ اللہ کے مقصد میں بے نظیر کامیابیاں حاصل کرنے لگے۔ جب انہیں یقین ہو گیا کہ ان کا رب ساری انسانیت کا رب ہے تو ان کی نگاہ کائناتی ہو گئی۔ جب انہیں یقین ہو گیا کہ اَلۡخَلۡقُ عِیَالُ اللّٰہِ فَاَحَبُّ الۡخَلۡقِ اِلَی اللّٰہِ مَنۡ اَحۡسَنَ اِلٰی عِیَالِہٖ. "ساری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے اور اللہ سب سے زیادہ محبت اس سے کرتا ہے جو اس کی مخلوق سے زیادہ حسن سلوک سے پیش آتا ہے۔" تو وہ اللہ کی مخلوق سے اس درجہ محبت کرنے لگے کہ انسان تو انسان جانوروں کو تکلیف دینا بھی انہیں سخت ناپسندیدہ ہو گیا۔ الغرض ان کا تزکیۂ نفس ہو گیا۔ ان کی سیرتیں سنور گئیں اور ان کی شخصیتیں تقویٰ، عزتِ نفس، خودداری، پُر اُمیدی و رجائیت، شجاعت و بہادری، وسعتِ نظر اور خلقِ خدا سے محبت ایسی اعلیٰ صفات سے مملو ہو گئیں۔

2- <u>ایقانِ آخرت</u>: اللہ پر پختہ ایمان اور مدد و معیتِ الٰہی کے یقینِ کامل کے ساتھ ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے اندر دنیا کے عارضی ہونے اور آخرت میں اللہ کے حضور حاضر ہو کر اپنی دنیوی کارکردگی کا حساب دینے کا بھی غیر متزلزل یقین پیدا کر دیا۔ آپ نے لوگوں کو اس بات میں ذرا ابہام نہ رہنے دیا کہ یہ موت و حیات محض آزمائش ہے، یہ دیکھنے کی کہ کون اچھے عمل کرتا ہے اور کون برے۔ (خَلَقَ الۡمَوۡتَ وَالۡحَیٰوۃَ لِیَبۡلُوَکُمۡ اَیُّکُمۡ اَحۡسَنُ عَمَلًا . الملک 2:67 "اس نے موت اور زندگی پیدا کی تاکہ آزمائش ہو کہ تم میں کون اچھے عمل کرتا ہے۔") لوگ فضول اور عبث پیدا نہیں کیے گئے کہ ان کے اعمال پر انہیں کوئی پوچھنے والا نہ ہو۔ (اَفَحَسِبۡتُمۡ اَنَّمَا خَلَقۡنٰکُمۡ عَبَثًا وَّ اَنَّکُمۡ اِلَیۡنَا لَا تُرۡجَعُوۡنَ . المومنون 115:23۔ "کیا تم نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ ہم نے انہیں یونہی بے فائدہ پیدا کیا؟ اور یہ کہ تم ہماری طرف لوٹ کر نہیں آؤ گے۔") یہ دنیا کی زندگی نہایت قلیل فائدے کی چیز ہے۔ صاحب

تقویٰ کو آخرت پر ہی نگاہ رکھنی چاہیے۔ (مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ وَ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى. النساء 77:4۔ ''دنیا کا فائدہ تھوڑا سا ہے اور آخرت بہت بہتر ہے۔ اس شخص کے لیے جو پرہیزگار ہے۔'') یہ دنیا کھیل تماشا ہے۔ اصلی گھر تو آخرت ہی کا ہے۔ (وَ مَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّ لَعِبٌ وَ اِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ. العنکبوت 64:29 ''اور یہ دنیا کی زندگی تو محض کھیل اور تماشا ہے اور اصلی گھر تو آخرت کا گھر ہے۔'') دنیا میں اللہ کے نافرمانوں کی چہل پہل دیکھ کر دھوکا نہ کھانا چاہیے کہ ان کا آخرت میں نہایت ہی برا ٹھکانہ ہے۔ (لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِي الْبِلَادِ. مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَ بِئْسَ الْمِهَادُ. آل عمران 3:196-197۔ '' کافروں کی شہروں میں چہل پہل تمہیں دھوکے میں مبتلا نہ کر دے، یہ تھوڑا سا فائدہ ہے، پھر ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ کیا ہی برا بچھونا ہے۔'') دنیا کے عارضی ہونے اور آخرت میں محاسبے کے تصور کی پختگی کا نتیجہ یہ ہوا کہ اصحابِ رسول کے نفوس آلائشوں سے پاک ہو گئے اور ان کی سیرتیں اور شخصیتیں جگمگانے لگیں۔ ان میں زندگی کی مقصدیت کا شعور پیدا ہو گیا اور وہ زندگی کو اس انداز سے گزارنے لگے جس میں وہ آخرت میں کامیابی سے ہمکنار ہوں اور ناکامی سے بچ جائیں۔ وہ دنیا کے معمولی مفادات کی خاطر گناہ کی دلدل میں پھنسنے سے شدید نفرت کرنے لگے۔ وہ آخرت کی دائمی زندگی کی خاطر عارضی زندگی کی مشکلات کو برداشت کرنے کے لیے ہمہ تن تیار رہنے لگے۔ وہ اس بات کو نگاہ میں رکھتے ہوئے کہ سَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى. الَّذِيْ يُؤْتِيْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى. (الیل 92:12-18) ''اس (دوزخ) سے دور رکھا جائے گا وہ پرہیزگار جو اپنا مال دیتا ہے تاکہ پاک ہو۔'' اپنے اموال محروموں اور ضرورت مندوں وغیرہ پر خرچ کرنے لگے اور بمصداق اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا. (الدھر 9:76) ''ہم تمہیں خاص اللہ کے لیے کھانا کھلاتے ہیں، تم سے کسی بدلے یا شکر گزاری کے خواہشمند نہیں۔'' نیکی اور انفاق میں دکھاوے اور ریاکاری سے محفوظ ہو گئے۔

مختصر یہ کہ آخرت کے ایقان سے ان کے نفوس کا تزکیہ ہو گیا اور ان کی سیرتوں اور شخصیتوں کی یوں تعمیر ہوئی کہ وہ زندگی کی مقصدیت، دنیا سے بے رغبتی اور استقامت، محروموں سے ہمدردی، اچھائی سے رغبت اور برائی سے نفرت، رجوع الی اللہ، انفاق فی سبیل اللہ، خوفِ محاسبہ، قناعت، استغنا، شجاعت و سرفروشی اور بے ریائی ایسی اعلیٰ صفات سے متصف ہو گئیں۔

3۔ ترغیب عبادت و بندگی: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے عبادت اور بندگیٔ رب کی ترغیب بھی آپ کے مخاطبین کے تزکیۂ نفس میں نہایت ممد و معاون ثابت ہوئی۔ آپ نے نماز، زکوٰۃ، روزہ

اور حج وغیرہ کی ادائیگی پر زور دیا اور خود کثرت سے عبادت و ریاضت میں مشغول رہے۔ آپ رات کو اتنی دیر تک دربارِ الٰہی میں کھڑے رہتے کہ پاؤں مبارک سوجھ جاتے۔ عبادت سے متعلق آپ کی تعلیم اور طرزِ عمل کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کے اصحاب بھی کثرت سے عبادت کرنے لگے۔ عبادت کی کثرت سے ان کی شخصیتوں میں وہ تمام اوصاف پیدا ہو گئے جو متعلقہ عبادت کو ان کی صحیح روح کے مطابق ادا کرنے والے میں لازماً پیدا ہو جاتے ہیں۔ مثلاً نماز نے اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ (العنکبوت 45:29) کے مصداق انہیں برائیوں سے بچایا۔ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا (النساء۔ 103:4) کے مصداق انہیں وقت کا پابند بنایا۔ روزوں نے اَلصَّوْمُ لِيْ وَاَنَا اَجْزِيْ بِهٖ (بخاری) کے پیشِ نظر انہیں ریاکاری سے محفوظ رکھا اور قناعت پسندی اور ضبطِ نفس کی تربیت دی۔ زکوٰۃ نے كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ (الحشر۔ 7:59) کے تحت ارتکازِ دولت کا خاتمہ کیا۔ اور قوم کی معیشت کو راہِ اعتدال پر رکھنے میں مدد دی۔ ایسے ہی حج اور دیگر عبادات کے فوائد ظہور پذیر ہوئے اور ان کی شخصیتیں مثالی بن گئیں۔

4۔ **اعتدال و توازن**: تزکیۂ نفس اور تعمیرِ سیرت و شخصیت کے نبوی منہاج کے حوالے سے ایک اہم چیز حضور کا اعتدال پسندانہ طرزِ زندگی اور اپنے پیروکاروں کو اعتدال و توازن کا رویہ اپنانے کی خصوصی تلقین ہے۔ آپ نے تعلیم دی کہ خَيْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَطُهَا۔ "بہترین راہ درمیان کی راہ ہے۔" اور آدمی کے لیے مناسب نہیں کہ وہ اور تو اور عبادت کے معاملے میں بھی اعتدال سے ہٹے۔ جب بعض لوگوں کی جانب سے بروقت عبادت کے ارادے کا پتہ چلا تو عبادت کے سلسلہ میں اپنی اعتدال پسندی کی مثال دیتے ہوئے اس سے منع فرمایا اور اس بات پر زور دیا کہ عبادت کے ساتھ اپنی دیگر ذمہ داریوں کو بھی ادا کیا جائے۔ جسمانی تقاضوں کو فراموش کیا جائے اور نہ خانگی و معاشرتی تقاضوں کو۔ خرچ کرنے کے معاملے میں اعتدال و توازن کی اہمیت واضح کرتے ہوئے فرمایا: مَا عَالَ مَنِ اقْتَصَدَ۔ (مسند احمد) "جس نے میانہ روی اختیار کی وہ تنگدست نہ ہوا۔" زندگی کے ہر معاملے میں اعتدال و توازن کے رویے اور اس کی تاکید نے آپ کے پیروکاروں کو افراط و تفریط اور انتہا پسندی سے بچا کر معتدل شخصیات بنا دیا۔

5۔ **زُہد اور دنیا سے بے رغبتی**: دنیا کی بے جا محبت، خود غرضی، لالچ اور ہوا و ہوس وغیرہ بے شمار برائیوں کی جڑ ہے۔ آدمی کا تزکیۂ نفس اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک اس کے دل سے دنیا کی ایسی محبت نہ نکال لی جائے جو اطاعتِ خدا اور رسول میں رکاوٹ ہو۔ اس نکتے کو حضور سے زیادہ کون سمجھ سکتا ہے۔ چنانچہ آپ نے دنیا سے بے رغبتی اور زہد اختیار کرنے کی تعلیم دی اور اس سلسلہ میں بے نظیر عملی

مثالیں قائم کیں۔ آپ کا فرمان ہے: اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ. ''دنیا مومن کے لیے قید خانہ اور کافر کے لیے جنت ہے۔'' مزید فرمایا: ''دنیا میں یوں رہو جس طرح کوئی پردیسی یا مسافر اور خود کو اہلِ قبور میں شمار کرو۔'' اپنے متعلق فرمایا: ''میری مثال اس دنیا میں ایسے ہی ہے جیسے کوئی مسافر کسی درخت کے سائے میں تھوڑی دیر ستانے بیٹھ جائے اور پھر اپنی منزل کو چل دے۔'' مال و دولت دنیا سے بے رغبتی کا عالم یہ تھا کہ جو کچھ پاس ہوتا اللہ کی راہ میں خرچ کر دیتے۔ فرمایا کرتے: اگر اُحد پہاڑ کے برابر بھی سونا میرے پاس ہو تو میں پسند نہیں کرتا کہ وہ تین دن تک میرے پاس رہے۔ حضور کی تعلیم زُہد اور اس سلسلہ میں غیر معمولی عملی مثالوں نے آپ کے اصحاب میں اعلیٰ درجے کا زہد پیدا کر دیا وہ بالکل آپ کی طرح دنیا اور اس کے مال و اسباب کو حقارت کی نظر سے دیکھنے لگے۔ اور تو اور خلفائے اربعہ نے حکمران ہونے کے باوجود فقر و فاقہ کی زندگی پسند کی اور عیش و تنعم سے ہمیشہ دور رہے۔ کسی بھی خلیفہ نے اپنا معیارِ زندگی ایک عام غریب مسلمان سے بلند نہ کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت نے دنیا سے متعلق آپ کے اصحاب کا ایمان یہ بنا دیا کہ دنیا یکسر بے قیمت اور انتہائی حقیر چیز ہے اور اللہ کی نگاہ میں اس کی حیثیت مچھر کے ایک پر کے برابر بھی نہیں ہے۔ جن لوگوں کا دنیا کے متعلق یہ اعتقاد ہو وہ اس کی ہوس کا شکار ہو کر برائیوں کی دلدل میں کیسے پھنس سکتے ہیں!

6- **عدل و انصاف:** تزکیۂ نفس اور تعمیرِ سیرت و شخصیت میں عدل و انصاف کے رویے کی اہمیت ناقابلِ انکار ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیروکاروں میں یہ رویہ بھی کوٹ کوٹ کر بھرا۔ وَ اِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ. (النساء 58:4) ''اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے لگو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو۔'' وَ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى. (المائدہ 8:5) ''اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ انصاف کا دامن چھوڑ دو۔'' قیامت کے روز اللہ تعالیٰ سات آدمیوں کو اپنے عرش کے سائے میں جگہ دے گا۔ ان میں سے ایک امام عادل ہوگا۔ (الحدیث) مجھے حکم دیا گیا ہے کہ خوشی اور ناراضی ہر حال میں انصاف سے کام لوں۔ (الحدیث)۔ یہ اور اس طرح کے دیگر زریں ارشادات کے ساتھ ساتھ آپ نے عدل و انصاف کے سلسلہ میں بہترین عملی مثالیں بھی قائم فرمائیں۔ مثلاً: قبیلہ بنی مخزوم کی ایک خاتون فاطمہ نے چوری کا ارتکاب کیا۔ حضور نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ لوگوں نے حضرت اسامہ بن زید کے ذریعہ سزا میں نرمی کے لیے سفارش کی تو آپ نے فرمایا: کیا تم حدود اللہ میں سفارش کرتے ہو! تم سے پہلی قومیں اسی لیے تباہ و برباد ہوئی کہ کوئی چھوٹا آدمی جرم کرتا تو اس کو سزا دی جاتی اور کوئی بڑا آدمی

جرم کرتا تو اسے چھوڑ دیا جاتا۔ خدا کی قسم اگر فاطمہ بنت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی چوری کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔ غزوۂ بدر میں کفار کے قید ہونے والے افراد میں آپ کے چچا حضرت عباس بھی تھے۔ مدینہ منورہ میں ان کے ننھیال تھے۔ لوگوں نے ننھیالی تعلق اور آپ سے قرابت کی بنا پر حضرت عباس کا فدیہ معاف کرنے کی اجازت چاہی مگر آپ نے اس سے منع کر دیا۔ ایک دفعہ ایک مسلمان اور یہودی میں جھگڑا ہو گیا۔ معاملہ آپ کے پاس آیا۔ آپ نے دونوں کا موقف سن کر فیصلہ یہودی کے حق میں دے دیا۔

عدل و انصاف کے حوالے سے حضور کے قول و عمل نے حضور کے اصحاب کو ایسا عادل و منصف مزاج بنا دیا کہ وہ رہتی دنیا تک کے لیے مثال بن گئے۔ آپ کے خلفائے راشدین نے اپنے عہد ہائے خلافت میں عدل و انصاف کا یوں بول بالا کیا کہ کسی شخص کے حقوق غصب کیے جانے یا اس پر ظلم و زیادتی ہونے پر اس کی شنوائی یا حق رسی نہ ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ اس سلسلہ میں بہت سی مثالوں میں سے چند ملاحظہ ہوں:

حضرت ابو بکر صدیق نے خلافت کی ذمہ داریاں سنبھالنے کے بعد جو خطبہ ارشاد فرمایا اس میں عدل و انصاف اور قانون کی بالادستی پر زور دیتے ہوئے فرمایا: ”تم میں سب سے کمزور شخص میرے نزدیک سب سے زیادہ طاقتور ہے، یہاں تک کہ میں اسے اس کا حق دلا دوں اور تم میں سب سے طاقتور میرے نزدیک سب سے کمزور ہے یہاں تک کہ میں اس سے دوسرے کا حق واپس لے لوں۔“

حضرت عمر اپنے عہد خلافت میں ایک فریق مقدمہ کی حیثیت سے عدالت میں پیش ہوئے، قاضی نے آپ کی تعظیم کی تو آپ نے اسے ناانصافی سے تعبیر کرتے ہوئے ناپسند فرمایا اور دوسرے فریق مقدمہ کے برابر کھڑے ہو گئے۔

حضرت علی امیر المومنین تھے۔ ان کی زرہ گم ہو گئی۔ پتہ چلا کہ ایک یہودی کے پاس ہے۔ آپ نے عدالت میں دعویٰ کیا۔ مگر گواہ آپ کے بیٹے اور غلام تھے۔ قاضی نے قرابت داری کی بنا پر بیٹے اور غلام کی گواہی قبول نہ کی اور فیصلہ یہودی کے حق میں کر دیا۔ یہودی نے عدل و انصاف اور قانون کی بالادستی کا یہ مظاہرہ دیکھا تو دین اسلام کی حقانیت کی گواہی دیتے ہوئے دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا۔

7- <u>مساوات</u>: خود کو دوسروں سے بڑا و برتر و اعلیٰ سمجھنا تزکیۂ نفس اور اعلیٰ سیرت کی تعمیر میں بہت بڑی رکاوٹ ہے۔ حضور نے اپنے قول و عمل سے اس رکاوٹ کو بھی یکسر ختم کر دیا۔ اس حوالے سے آپ کی تعلیم یہ تھی: يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ

لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ (الحجرات 13:49) ''اے لوگو! بے شک ہم نے تمہیں ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تمہارے کنبے اور قبیلے بنائے تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ یقیناً اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والا وہی ہے، جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہے۔'' اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّ رَبَّکُمْ وَاحِدٌ وَ اِنَّ اَبَاکُمْ وَاحِدٌ اَلَا لَا فَضْلَ لِعَرَبِیٍّ عَلٰی عَجَمِیٍّ وَّلَا لِعَجَمِیٍّ عَلٰی عَرَبِیٍّ وَّ لَا لِاَحْمَرَ عَلٰی اَسْوَدٍ وَّلَا لِاَسْوَدَ عَلٰی اَحْمَرَ اِلَّا بِالتَّقْوٰی. (مسند احمد) ''اے لوگو! بے شک تمہارا پروردگار ایک ہے اور بے شک تمہارا باپ ایک ہے۔ خبردار! کسی عربی کو عجمی پر، کسی عجمی کو عربی پر، کسی سرخ کو سیاہ پر اور کسی سیاہ کو سرخ پر کوئی فضیلت و برتری حاصل نہیں، سوائے تقویٰ کے۔''

اور آپ کا عمل یہ تھا کہ صحابہ کے ساتھ مل جل کر انہی کی طرح رہتے اور کسی طرح کا کوئی امتیاز روا نہ رکھتے۔ باہر سے آنے والا کوئی اجنبی آپ کو صحابہ کے درمیان سے الگ شناخت نہ کر سکتا۔ مسجد قباء اور مسجد نبوی کی تعمیر اور غزوۂ خندق کے موقع پر خندق کی کھدائی میں مزدوروں کی طرح صحابہ کے ساتھ برابر کا کام کیا۔ ایک سفر میں صحابہ نے کھانا پکانے کا پروگرام بنایا اور کام آپس میں بانٹ لیے۔ حضور نے فرمایا میں جنگل سے لکڑیاں لاتا ہوں۔ صحابہ نے چاہا کہ حضور یہ تکلیف نہ فرمائیں، مگر آپ نے فرمایا میں تم سے ممتاز ہونا پسند نہیں کرتا۔ کوئی بیوہ، غریب حتیٰ کہ کوئی لونڈی بھی آ کر کوئی کام کہتی تو ذرا بھی عار محسوس نہ کرتے اور فوراً اس کے کام کے لیے چل کھڑے ہوتے۔ گھر کے کام اپنے ہاتھوں سے کرتے۔ بازار سے سودا سلف خود لاتے۔ غلاموں کے ساتھ مل کر کام کرتے۔ کپڑوں کو پیوند لگا لیتے، جوتا گانٹھ لیتے۔ گھر میں جھاڑو دے لیا کرتے۔ غرضیکہ آپ نے ہر طرح سے عام انسانوں کی سی زندگی گزار کر مساوات کا اعلیٰ ترین عملی نمونہ پیش فرمایا۔

مساوات کے سلسلہ میں آپ کی تعلیم و کردار نے آپ کے مخاطبین کو بھی مساوات کے اعلیٰ نمونے بنا دیا اور رنگ و نسل کی بنیاد پر تفریقات کے پہاڑ کھڑے کرنے والی قوم کی حالت یہ ہو گئی کہ اس کے ہاں سلمان فارسی رضی اللہ عنہ، بلال حبشی رضی اللہ عنہ اور صہیب رومی رضی اللہ عنہ اور قریش کے معززین کے درمیان یکسر کوئی فرق باقی نہ رہا۔ غلاموں کی حیثیت عملاً بھائیوں کی سی ہو گئی۔ غلام زید بن حارثہ اور قریش کی عالی خاتون زینب کے عقدِ نکاح میں بندھنے میں کوئی مضائقہ نہ رہا۔ عمر جیسا جلیل القدر اور عالی نسب بلال حبشی کو میرے آقا کہہ کر پکارتا اور صدیق اکبر جیسا صاحب عظمت سلمان فارسی اور بلال حبشی سے معافی مانگ لینے میں ذرا عار محسوس نہ کرتا۔

8- **اخوت و بھائی چارہ** تزکیۂ نفس اور تعمیرِ سیرت و شخصیت کے نبوی منہاج میں ایک اہم عنصر اخوت و بھائی چارے کا ہے۔ حضور نے اہلِ اسلام کو رشتۂ اخوت میں پرونے کے لیے تعلیم دی کہ وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا (آل عمران 3 103) ''اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رہو اور تفرقے میں نہ پڑو۔'' وَ لَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَ تَذْهَبَ رِيْحُكُمْ (الانفال 8 46) ''اور آپس میں مت جھگڑو ورنہ تم کمزور ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اُکھڑ جائے گی۔'' اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهٗ بَعْضًا ثُمَّ شَبَّكَ بَيْنَ اَصَابِعِهٖ (بخاری) ''مومن، دوسرے مومن کے لیے ایسے ہی قوت کا باعث ہے جیسے عمارت کا ایک جز دوسرے کو مضبوط بناتا ہے۔ پھر آپ نے (مسلمانوں کے باہمی اتحاد کی وضاحت کے لیے) ایک ہاتھ کی اُنگلیاں دوسرے ہاتھ کی اُنگلیوں میں داخل فرمائیں۔'' اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهٗ وَلَا يَخْذُلُهٗ ''مسلمان مسلمان کا بھائی ہے وہ اس پر ظلم کرتا ہے نہ اسے بے یار و مددگار چھوڑتا ہے۔'' اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ. ''مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔'' تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ تَرَاحُمِهِمْ وَتَوَادِّهِمْ وَ تَعَاطُفِهِمْ كَمَثَلِ الْجَسَدِ اِذَا اشْتَكٰى عُضْوًا تَدَاعٰى لَهٗ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهْرِ وَالْحُمّٰى (بخاری) ''تم مومنین کو آپس میں رحم کھانے، اُلفت و محبت کرنے اور شفقت و مہربانی کرنے میں، جسم انسانی کی طرح پاؤ گے کہ جب جسم کا کوئی ایک عضو تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے تو سارے کا سارا جسم بے خوابی اور بخار میں اس کے ساتھ شریک ہو جاتا ہے۔'' حضور کی بعثت سے قبل عرب لڑائی جھگڑوں، قبائلی عصبیت اور فخر و غرور میں مبتلا اور ایک دوسرے کے جانی دشمن تھے۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر طویل لڑائیاں چھڑ جاتیں، اور پشت ہا پشت تک لوگ موت کے گھاٹ اُترتے رہتے۔ رنگ و نسل اور قبیلہ و وطن کی بنا پر لوگوں کو ادنیٰ و اعلیٰ میں تقسیم کیا جاتا، لیکن حضور کے فیضانِ کرم نے جانی دشمنوں کو باہم شیر و شکر کر دیا، رنگ و نسل کے امتیازات مٹا ڈالے اور ایک دوسرے کے خون پیاسوں کو ایسے رشتۂ اُخوت میں باندھ دیا کہ تاریخ عالم اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں میں جو رشتۂ اخوت قائم کیا اس کی غیر معمولی عظمت کا اندازہ ''مواخاتِ مدینہ'' کی مثال سے لگایا جا سکتا ہے۔ مکہ کے مہاجرین اپنا سارا مال و متاع چھوڑ کر دین بچانے کی غرض سے مدینہ آ گئے۔ حضور نے مہاجرین اور انصارِ مدینہ کو جمع کیا۔ ایک ایک مہاجر کو ایک ایک انصاری کا بھائی بنا دیا۔ انصار نے اس ایثار کا مظاہرہ کیا کہ یہ بھائی چارہ رہتی دنیا تک کے لیے ایک نظیر بن گیا۔ انصارِ مدینہ اپنا مال اسباب، کھیت، باغات اور جائیدادیں آدھوں آدھ بانٹ کر اپنے مہاجر

بھائیوں کو دینے لگے۔ یہاں تک کہ بعض نے اپنی دو بیویوں میں سے ایک کو طلاق دے کر اپنے مہاجر بھائی کے نکاح میں دینے کی پیشکش کر دی، لیکن ادھر مہاجرین کی خودداری بھی دیدنی تھی۔ وہ کہتے ہمارے انصاری بھائیو! آپ کا شکریہ۔ ہم آپ پر بوجھ نہیں بنیں گے۔ ہمیں بازار کا راستہ بتا دیجئے۔ ہم محنت و مزدوری اور تجارت وغیرہ کر کے گزر اوقات کر لیں گے۔ یہ رشتہ مواخات اتنا گہرا تھا کہ احکام میراث نازل ہونے سے پہلے کوئی انصاری انتقال کرتا تو اس کے مہاجر بھائی کو اس کی وراثت میں سے حصہ ملا کرتا۔ جب مضافات مدینہ کے ایک یہودی قبیلے کو اس کی بدعہدی کی بنا پر جلاوطن کیا گیا تو حضور نے انصار مدینہ سے کہا کہ اس یہودی قبیلہ کی زمینیں مہاجرین کو دے دی جاتی ہیں اور آپ کی زمینیں، جو ان کے پاس ہیں، آپ کو واپس کر دی جاتی ہیں، مگر انصار نے کہا: یارسول اللہ آپ ہماری زمینیں بھی مہاجرین کے پاس رہنے دیں اور یہودیوں کی زمینیں بھی مہاجرین میں تقسیم کر دیں۔

9۔ **احسان و ایثار:** نفس کی بندگی اور اپنی ذات کو مقدم رکھنے کا جذبہ بھی تزکیہ نفس اور تعمیر سیرت و شخصیت میں ایک بہت بڑی رکاوٹ ہے۔ حضور نے اس منفی جذبے کو ختم کرنے پر بھی خصوصی توجہ دی اور اپنے ماننے والوں کو اس جذبے کے برعکس احسان و ایثار کے اعلیٰ جذبے سے ہمکنار کیا۔ آپ نے **هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ** (الرحمٰن 60:55) "احسان کا بدلہ احسان کے سوا کیا ہے۔" **وَ اَحْسِنُوْا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ** (البقرہ 195:20) "اور احسان کیا کرو، بے شک اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔" اللہ تعالیٰ نے ہر چیز پر احسان کرنا فرض کیا ہے۔ یہاں تک کہ اگر تمہیں کسی کو شرعی حکم کے پیش نظر مارنا بھی پڑے تو احسن طریقے سے مارو۔ (مسلم) تم اہلِ زمین پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا، ایسی اعلیٰ تعلیمات کے ساتھ ساتھ احسان و ایثار کی نہایت عمدہ عملی مثالیں قائم فرمائیں۔ آپ کے احسان و ایثار کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

حضور تبلیغ اسلام کی غرض سے طائف تشریف لے گئے تو وہاں کے غنڈوں اور اوباشوں نے آپ پر پتھر برسائے، جس سے آپ کا جسم مبارک لہولہان ہو گیا۔ آپ شدید زخمی حالت میں تھے کہ جبریل امین آئے اور کہا کہ اگر آپ اجازت دیں تو طائف کی بستی تباہ و برباد کر دی جائے، مگر آپ نے فرمایا: "نہیں! یہ ناسمجھ ہیں۔ یہ مسلمان نہیں ہوتے تو نہ سہی، ان کی آئندہ نسلیں ایمان لے آئیں گی۔"

کفار و مشرکین کے سخت مظالم کے پیش نظر کچھ مسلمانوں نے عرض کیا: حضور ان کے لیے بددعا فرمائیے، لیکن آپ نے فرمایا: اِنِّی لَمْ اُبْعَثْ لَعَّانًا وَ اِنَّمَا بُعِثْتُ رَحْمَةً۔

"میں لوگوں کے لیے لعنت نہیں بلکہ رحمت بن کر آیا ہوں۔"

غزوہ احد میں آپ کے دندان مبارک شہید ہو گئے۔ پیشانی اقدس سے خون بہہ رہا تھا مگر زبان رحمت بیان پہ یہ الفاظ جاری تھے: رَبِّ اغْفِرْ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ.
''پروردگار! میری قوم کو معاف فرما دے۔ یہ نا سمجھ ہے۔''

مکہ میں ایک مرتبہ سخت قحط پڑا۔ رئیس مکہ ابوسفیان نے حضور سے دعا کی درخواست کی۔ آپ نے نہ صرف اپنے دشمنوں اور اپنے وطن سے نکلنے پر مجبور کرنے والوں سے قحط دور ہونے کی دعا کی بلکہ نجف کے مسلمان سردار کو حکم دیا کہ مکہ میں غلہ پہنچانے کا بندوبست کرے۔

طفیل بن عمرو دوسی کو حضور نے دعوت اسلام کے لیے قبیلہ دوس کی طرف بھیجا۔ واپسی پر انہوں نے کہا کہ قبیلہ دوس ہلاک ہو گیا۔ انہوں نے دعوت قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ لوگوں نے خیال کیا شاید آپ قبیلہ دوس کو بددعا دیں گے، لیکن آپ نے فرمایا: اَللّٰھُمَّ اھْدِ دَوْسًا وَّائْتِ بِھِمْ. ''اے اللہ قبیلہ دوس کو ہدایت دے اور ان کو دائرہ اسلام میں داخل فرما۔''

اہل مکہ نے آپ پر کیا کیا ستم نہ ڈھائے تھے۔ لیکن جب مکہ فتح ہوا اور ظالموں کے مظالم کے حساب چکانے کا وقت آیا تو یہ آیت کریمہ تلاوت فرماتے ہوئے سب کو معاف فرما دیا: لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَکُمْ وَھُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ (یوسف 12:92) آج کے دن تم سے کوئی باز پرس نہیں۔ اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرمائے۔ وہ بڑا ہی رحم فرمانے والا ہے۔''

آپ کے ایثار کا یہ حال تھا جو کچھ بھی پاس ہوتا سب کا سب ضرورت مندوں کو دے دیتے۔ کوئی سائل آپ کے در سے خالی ہاتھ نہ لوٹتا۔ اگر کچھ نہ ہوتا تو قرض لے کر عطا کر دیتے۔ گھر میں فاقے ہوتے ہیں مگر مال غنیمت میں سے جو حصہ ملتا ہے وہ غربا میں بانٹ دیتے ہیں۔ سیدہ فاطمہ زہرہؓ حاضر خدمت ہوتی اور عرض کرتی ہیں کہ فلاں غزوہ میں جو کنیزیں ملی ہیں ان میں سے ایک مجھے دے دیں۔ ارشاد ہوتا ہے بیٹی ابھی دوسرے لوگ رہتے ہیں۔ ان کو آپ سے زیادہ ضرورت ہے۔ آپ گھر کا کام خود کرو اور اللہ کا ذکر کرتی رہا کرو۔ اللہ تعالیٰ اجر عطا کرے گا۔ گھر میں مہمان آ جاتا ہے لیکن خوراک کے لیے کل اثاثہ بکری کا تھوڑا سا دودھ ہے۔ وہ دودھ مہمان کو پلا دیا جاتا ہے اور کائنات کا سردار اور اس کے گھر والے بھوکے سو جاتے ہیں۔ ریاست کے سربراہ ہیں، لیکن گھر میں تنگدسی کا یہ عالم ہے کہ گھر والے دو وقت سیر ہو کر کھانا نہیں کھا سکتے۔

احسان و ایثار سے متعلق حضور کی تعلیمات اور آپ کے طرزِ عمل نے آپ کے صحابہ کو ایسا احسان و ایثار پیشہ بنا دیا کہ وہ اس سلسلہ میں رہتی دنیا تک کے لیے نمونہ بن گئے۔ صحابہ کے احسان و ایثار کی چند مثالیں دیکھیے:

مکہ کے مسلمان ہجرت کر کے مدینہ گئے۔ مدینہ میں مہاجرین کو بہت زیادہ غربت و تنگدستی کا سامنا تھا۔ حضور نے مہاجرین اور انصارِ مدینہ میں مواخات کا رشتہ قائم فرما دیا۔ انصارِ مدینہ نے اپنے مہاجر بھائیوں کے لیے جس عظیم جاںنثاری کا مظاہرہ کیا، وہ تاریخ میں اپنی مثال آپ ہے۔ انصار نے اپنی زمینیں اور جائیدادیں وغیرہ سب کچھ اپنے مہاجر بھائیوں میں نصف نصف بانٹ دیں۔ یہاں تک کہ ان کو وراثت میں بھی شریک ٹھہرا لیا۔ بنونضیر جو مدینہ کے مضافات میں رہنے والا یہودی قبیلہ تھا، جب اپنی بدعہدی کے بعد مسلمانوں سے شکست کھا کر جلاوطن ہوا تو حضور نے انصارِ مدینہ کو اختیار دیا کہ وہ مواخاتی بھائیوں سے اپنی زمینیں واپس لے لیں اور بنونضیر کی زمینیں مہاجرین میں تقسیم کر دی جاتی ہیں، مگر انصار نے کہا کہ حضورؐ آپ بنونضیر کی زمینیں بھی مہاجرین کو دے دیں اور ہماری زمینوں میں سے بھی جتنی چاہیں مہاجرین کو عنایت فرما دیں۔

ایک جنگ میں ایک شدید زخمی صحابی نے پانی طلب کیا۔ پانی لایا گیا۔ صحابی پینے ہی لگے تھے کہ قریب سے آواز آئی ''پانی'' صحابی نے پانی پلانے والے سے کہا۔ براہ کرم پہلے اس بھائی کو پانی پلائیے۔ وہ پینے لگا تو اس کے قریب سے آواز آئی ''پانی'' انہوں نے کہا پہلے ان بھائی کو پلائیے۔ لیکن پانی پلانے والا جب ان صحابی کے پاس پہنچا تو وہ اللہ کو پیارے ہو چکے تھے۔ وہ دوسرے کے پاس آیا مگر وہ بھی انتقال کر چکے تھے۔ وہ تیسرے کے پاس آیا لیکن تب تک وہ بھی دم توڑ چکے تھے۔ یوں دوسرے کی جان کو اپنی جان پر ترجیح دیتے ہوئے تینوں ہی اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔

ایک بھوکا شخص ایک انصاری صحابی کا مہمان بنا۔ صحابی نے بیوی سے پوچھا گھر میں کھانے کو کچھ ہے؟ بیوی نے کہا صرف بچوں کا کھانا ہے۔ صحابی نے کہا بچوں کو بہلا کر سلا دو، جب میں اور مہمان کھانے پر بیٹھیں تو کسی بہانے سے چراغ بجھا دینا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ مہمان نے کھانا کھا لیا۔ اندھیرے میں اس پر یہ ظاہر کیا گیا کہ میزبان نے بھی کھانا کھایا ہے۔ حالانکہ کھانا تو ایک شخص کا تھا۔ جب یہ صحابی صبح حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان میاں بیوی کو خوشخبری سنائی کہ اللہ تعالیٰ کو ان کی یہ ادا بہت پسند آئی ہے۔

ایک دفعہ حضرت عثمان غنی کا ایک سو اونٹوں کا قافلہ اناج لے کر مدینہ پہنچا۔ مدینہ میں اس وقت خوراک کی قلت تھی اور تاجر منہ مانگی قیمت دینے کو تیار تھے، مگر عثمان غنیؓ نے لوگوں کی ضرورت اور بھوک کا خیال کرتے ہوئے تمام غلہ مفت تقسیم کر دیا۔

غزوۂ تبوک کے اخراجات کے لیے صحابہ سے تعاون کی اپیل کی گئی۔ حضرت عمر فاروق گھر کا آدھا سامان لے کر حاضر خدمت ہو گئے۔ صدیق اکبر آئے تو گھر کا سارا سامان ہی لے آئے۔ حضورؐ نے

پوچھا۔ ابوبکر! گھر والوں کے لیے کیا چھوڑ آئے ہو؟ یارِ غار نے عرض کیا ؎

پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس
صدیق کے لیے ہے خدا کا رسول بس

10- عملی نمونہ: دوسروں کے تزکیۂ نفس اور سیرت و شخصیت کی تعمیر کرنے والا اگر اپنی تعلیمات پر خود عمل نہ کرے یا اس سلسلہ میں پس و پیش سے کام لے تو وہ اپنے مقصد میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ ایسا شخص تو خود تزکیۂ نفس اور تعمیر سیرت و شخصیت کا محتاج ہے، چہ جائیکہ وہ دوسروں کو پاک و صاف اور اعلیٰ سیرت و کردار کا حامل بنا سکے۔ حضور نے لوگوں کے تزکیہ نفس اور ان کی سیرتوں اور شخصیات کی تعمیر کے لیے اپنی تعلیمات پر مکمل طور پر عمل کر کے دکھایا۔ اپنی تعلیمات پر عمل کے نقطہ نظر سے دنیا کا کوئی بھی دوسرا انسان آپ کا ہم پلہ نہیں ہو سکتا۔ اوپر جو نکات بیان ہوئے ان میں آپ کی تعلیمات کے ساتھ ساتھ آپ کے عمل کی مثالیں بھی درج کی گئی ہیں، جن سے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ آپ نے ایمان و تقویٰ اور عبادات و معاملات وغیرہ کے حوالے سے جو بھی تعلیم دی اسی کے حوالے سے بے نظیر عملی نمونے پیش کیے اور یہی عملیت تزکیۂ نفس اور تعمیرِ سیرت و شخصیت کے حوالے سے آپ کی بے نظیر کامیابی کا ایک بہت بڑا راز ہے۔

عصر حاضر کے اہلِ اسلام کو چاہیے کہ وہ تزکیۂ نفس اور تعمیر سیرت و شخصیت کی غرض سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور آپ کے عملی نمونوں کو پیشِ نگاہ رکھیں اور وہی طریقہ اور طرزِ عمل اختیار کریں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار کیا، ورنہ زیرِ نظر مقصد کا حصول محض ایک خواب رہے گا۔